OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com DOI: 10.5281/zenodo.10514345

جوش کی ازدواجی زندگی، یادوں کی برات کے آئینے میں

Josh's Marital Life. In the Light of Yadoon Ki Baraat

Professor (R) Dr. Syed Zawar Hussain Shah
Govt. S.E. College Bahawalpur.
Email: Drzawarhussain786@gmail.com

Mushtaq Ahmad
PhD Scholar Urdu, National College of Business Administration & Economics Sub Campus Bahawalpur.
Email: mushtaqkharal46@gmail.com

Shoaib Ahmad
PhD Scholar Urdu, National College of Business Administration & Economics Sub Campus Bahawalpur.
Email: shoaibahmad131@gmail.com

Received on: 21-07-2023 Accepted on: 24-08-2023

Abstract

Josh Malihabadi is a great Urdu romantic and revolutionary poet. He is also known as the poet of Youth. His earned his everlasting fame not only by his poetry but also by his autobiography "Yadoon ki Baraat".This book is an excellent reflection of cultural and social life of his era. He remained a constant target of criticism by his critics due to this autobiography. He narrated his personal marital life without any exaggeration .He unveileded some of the flaws of his life and also highlighted positive aspects of his life. He wrote a chapter "Mere Muashqe" in his book Yadoon ki Baraat in which he discussed some of love stories of his prime time .Josh disclosed some of the love stories of some famous personalities and became a controversial figure. He also discussed his relationship with his wife in detail. He tried his best to show that woman is not mere a sex toy but a life partner (Better Half) who stands in every ups and downs of life. This aspect of woman remained hidden from the eye of his critics who just targeted him for self-created tales about him. It is true that the start of Josh's marital life was not pleasant but later it turned to be a good companionship. Suit of dissolution of marriage by his in -laws created some miss understandings but Josh wrote all about his life with full honesty it in his book. When he remained busy in political activities and most of his time spent outside of his house, his wife missed him and wrote letters to him to show her strong affiliation with him .Once he toured Hyderabad Dakin and his wife reached there in no time with all her children .She heard the news of second marriage of Josh but this news turned to be false and she was extremely happy and thanked God .Though the love stories of Josh were being discussed by many critics yet none of them ever tried to probe into these stories to justify these. Over all his marital life was satisfactory and he accepted it with open

mindedness. We have tried our level best to show the reality with honesty and true intension.

Keywords: Revolutionary. Yadoon ki Baraat, controversial, Dissolution of marriage

شبیر حسن خاں جوشؔ،(١٨٩٦ء-١٩٨٢ء) لکھنؤ کے نواحی علاقے ملیح آباد کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ان کے پر دادا فقیر محمد خاں گویا لکھنؤ (اودھ) کے معزز اُمراء میں سے تھے۔ گویاؔ خود فارسی زبان کے شاعر، عالم اور شعراء و علماء کے قدر دان تھے۔ لکھنؤ میں ان کا دربار شعراء اور اہلِ علم کی سرپرستی کے باوصف معروف و محترم تھا۔ جوشؔ نے اسی علمی و ادبی ماحول میں پرورش پائی اور پردادا کے علمی و ادبی کمالات کے وارث ٹھہرے۔ خود لکھتے ہیں:

"قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ ذوقِ سخن کا یہ آبائی دھارا ہمارے تمام خاندان کی کسی دوسری شاخ کی جانب نہیں مڑا اور خطِ مستقیم اس شاخ کی جانب رواں رہا جس کا میں چوتھا رُکن ہوں۔"(1)

جوشؔ نے معیار و مقدار کے اعتبار سے قابل قدر ادبی سرمایہ چھوڑا ہے اور آج بھی اُن کی شاعری اور تخلیقی نثر کے مداحوں کی کمی نہیں۔ مگر ناقدین اور اربابِ اقتدار کے ایک مؤثر حلقے کی مخالفت کے سبب جوشؔ کی شاعری کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت بھی تعصب کی دبیز تہوں تلے دب گئی ہے۔اس ناانصافی کا ذکر جوشؔ ایک نظم میں یوں کرتے ہیں:

ممکن ہے اہل فکر میں کل برگزیدہ ہوں — اب تک تو ایک زمزمہءناشنیدہ ہوں

سو سال بعد آئے گی جس کی زمیں پہ فصل — میں بدنصیب وہ ثمر نورسیدہ ہوں(2)

یادوں کی بارات اردو ادب میں لکھی جانیوالی خودنوشت میں سب سے بہتر کتاب ہے۔اس کتاب میں جوش نے اپنی زندگی کے کسی بھی پہلو کو پردے میں ڈھانپ کر نہ رکھا ہے۔بقول محسن مقبول،

"یادوں کی برات جوش ملیح آبادی کی لکھی ہوئی ایک صغیم مگر دلچسپ خود نوشت سوانح عمری ہے۔ یہ کتاب اُردو میں تقریباً تمام سوانح عمریوں پر سبقت رکھتی ہے۔ اور اُردو ادب میں سنگ میل کی حثیت رکھتی ہے۔کتاب کی دلچسپی اس لحاظ سے زیادہ ہے۔ کیونکہ جوش نے اپنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اپنی کمزوریوں ،کوتاہیوں ، گمراہیوں ، آوارگیوں ، سرکشیوں ، معاشقوں اور گناہوں پر سیر بحث حاصل کی ہے۔کتاب کا حُسن اس بات میں بھی پوشیدہ ہے کہ مُصنف اپنے زوال آمادہ خاندان اور معاشرے پر سے پردہ اُٹھانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے ہیں"(٣)

کیونکہ جوشؔ کا تعلق بلاشبہ ایک جاگیر دار گھرانے سے تھا چنانچہ اُس نے اُن مشاغل کو بھی اختیار کیے رکھا جو جاگیر دارانہ مزاج کا خاصہ ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے "یادوں کی برات" میں "میرے معاشقے" کا عنوان بھی دے ڈالا۔ اسی عنوان ہی سے ان کے ناقدین شدید مغالطے کا شکار ہوئے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر خالد علوی ناقدین کے اس جارحانہ رویے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یادوں کی برات پر جتنی خامہ فرسائی کی گئی ہے شاید کسی سوانح عمری پر نہیں کی گئی۔ پاکستان میں ان پر مقدمے چلائے گئے۔ہندوستان میں

انگلش، ہندی اور اردو پریس نے جوش صاحب کی تعریف وتائید و تنقیص۔۔۔میں کشتوں کے پشتے۔۔لگادیے اسی وجہ سے یادوں کی برات پر آزادی ذہن کے ساتھ اظہار خیال ناممکن ہوگیا"(۴)

اور اکثر یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ جوشؔ کے ہاں عورت کا تصور خالص جاگیر دارانہ ہے۔ چنانچہ ان کی عاشقانہ داستانوں کا ڈھول تو بہت پیٹا گیا مگر "یادوں کی برات" میں جوشؔ نے جس محبت، اشتیاق، خلوص اور دردمندی کے ساتھ اپنی شریکِ حیات کے ذکر کو جگہ دی ہے اور زوجین میں جس باہمی اعتماد، وفاداری بشرط استواری، یک جہتی، ہم دمی اور دم سازی کا پاکیزہ تعلق نظر آتا ہے اس پر جوشؔ کے ناقدین نے کم ہی نگاہ کی ہے یا جان بوجھ کر اغماض برتا ہے۔ ہم "یادوں کی برات" کی روشنی میں اس حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں گے کہ کیا کارزارِ حیات میں انہوں نے اپنی شریک حیات کو اپنا رفیق سفر اور ہمسفر سمجھ کر اہمیت دی یا وہ عورت کو صرف سرمایہ ءنشاط ہی سمجھتے رہے؟ یا پھر کہیں ایسا تو نہیں کہ جوشؔ اپنی لکھ لٹ طبیعت کے سبب سے گھریلو اور ازدواجی زندگی میں بھی لاپروائی برتتے رہے ہوں؟ اصل حقیقت سے ہم تبھی آگاہ ہو سکتے ہیں جب ہم تعصب اور طرف داری کا دامن جھٹک دیں اور انصاف پسندی کا تراز و تھام لیں اور جوشؔ کی شخصیت کو ان کے عہد کے تناظر میں دیکھیں۔ یادوں کی بارات جوش کی پوری زندگی کا نچوڑ ہے۔ اس مین زندگی کے نشیب وفراز کا خوب بیان ہے بقول فرزانہ پیرزادہ اور رانا محمد ساجد،

"یادوں کی برات"، جوش ملیح آبادی کے ستر سال کے تجربوں اور مشاہدوں کی برات ہے۔ اس برات میں فکر ونشاط کی شہنائیاں بجتی ہیں جنون وحکمت کے زمزمے گونجتے ہیں۔ رامش ورنگ کی محفلیں سجتی ہیں، لالہ رخوں کے لب وعارض کی دل نشیں حکائتیں بیان ہوتی ہیں۔"(۵)

جوشؔ کے عنفوانِ شباب کا زمانہ اگرچہ سیاسی، سماجی اور مذہبی اعتبار سے اوہام واقدار کے انہدام، سیاسی ہلچل، تبدیلیوں اور تحریکوں کا زمانہ تھا مگر جوشؔ کا گھرانہ اہل مشرق کی مخصوص تہذیبی، مذہبی اور معاشرتی اقدار کو اب بھی سنبھالے ہوئے تھا۔ مثلاً: گھر کی بیرونی فضا میں نوکروں کی قطار ہے تو گھر کی اندرونی فضا میں نوکرانیوں کی بہار نظر آتی ہے۔ مختلف تہوار پورے جوشؔ و خروش سے منائے جاتے ہیں۔ شب برات کے موقع پر خوب آتش بازی ہوتی تو دیوالی کے موقع پر خوب دھوم دھڑ کا ہوتا ہے اور ہولی کے تہوار پر خوب رنگ اُڑائے جاتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ بھی اُن کے لیے ایک تہذیبی تہوار ہی تو تھا۔ جوشؔ خود کہتے ہیں:

"جہاں تک کے روزہ رکھنے کا تعلق ہے رمضان ہمارے گھر میں آتا ہی نہیں تھا لیکن جہاں تک افطار کا تعلق ہے، رمضان ہمارے گھر میں اس دھوم دھام سے آتا تھا کہ کہیں آتا ہی نہ ہوگا۔ عقائد کے اعتبار سے میرے آباؤاجداد اس قدر پکے مسلمان تھے کہ تمام دینی انجمنوں کو جی کھول کر ہر ماہ چندہ دیا کرتے اور اسلام کے نام پر تن من دھن قربان کر دینے پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے لیکن اعمال کے اعتبار سے رئیس زیادہ اور مسلمان بہت ہی کم تھے"(٦)

جوشؔ نے عقائد واعمال کے اعتبار سے اپنے گھر کا جو نقشہ کھینچا ہے اس وقت کے مسلمانوں کی عمومی حالت اس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔ عید، بقر عید کے تہوار بھی روایتی انداز میں منائے جانے لگے تھے۔ البتہ ماہ محرم انہیں عزاداری کی رسوم کا پابند بناتا تھا۔ جوشؔ کی زبانی سنئے:

"میرا پورا خاندان سُنی ہے۔ ہر چند میرے دادا کے زمانے ہی سے، ہم لوگوں میں شدید قسم کی تفضیلیت راہ پاچکی تھی۔ لیکن میری دادی کے آنے سے پیشتر، ہمارے گھر میں عزاداری کا مطلق رواج نہیں تھا۔ اور یہ میری شیعہ دادی تھیں، جنہوں نے امام باڑہ تعمیر کرا کے ہمارے گھر میں عزاداری کی طرح ڈالی تھی۔"(۷)

جوشؔ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اُن کے سن شعور سے پہلے ہی خاندان میں حُسینیت کی فضا رچ بس چکی تھی۔ اس پر مستزاد، 1912ء میں ایک واقعہ رونما ہوا جس نے جوشؔ کے مذہبی اعتقاد کو بدل کر رکھ دیا۔ ہوا یوں کہ جب ان کے گھر سے گیارہ محرم کو اُٹھائی جانے والی ضریح بازار کے چوراہے پر پہنچی تو مولوی عبدالشکور کے لوگوں نے ضریح کے سامنے جھنڈا پڑھنا چاہا۔ جوشؔ نے اپنے ہم جماعت لڑکوں کی دل آزاری سے بچنے کیلئے ان لوگوں کو جھنڈا پڑھنے سے منع کر دیا۔ بات بڑھ کر جھگڑے تک آن پہنچی۔ خاندان کے بزرگوں نے جوشؔ کے حق میں فیصلہ دے کر معاملہ رفع دفع کرا دیا اور یوں جھنڈا نہ پڑھا جاسکا۔ اس کا نتیجہ جوشؔ کے حق میں کچھ اچھا نہیں نکلا۔ اس کا ذکر جوشؔ یوں کرتے ہیں:

"جھنڈا تو نہیں پڑھا جاسکا لیکن میری رافضیت جھنڈے پر چڑھ گئی۔"(۸)

اس کے بعد ماحول کے اثرات اور خصوصاً ناصر الملت ناصر حسین کی صحبت نے جوشؔ کی شیعت میں پختگی پیدا کر دی اور وہ مجالس عزا اور ماتم کی محافل میں آنے جانے لگے اس پر بھی ان کے والد نے کوئی اعتراض نہیں کیا مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ جوشؔ نے جشنِ تبرا میں شرکت کی ہے تو انہوں نے جوشؔ کو منع کیا مگر وہ باز نہیں آئے۔ لہٰذا جوشؔ کے والد نے انہیں ایک وصیت نامے کی رو سے جائیداد سے محروم کر کے فقط سو روپے ماہانہ کا گزارہ دار بنا دیا۔ مگر شفقتِ پدری اور جوشؔ کی اطاعت گزاری سے مجبور ہو کر دوسرا وصیت نامہ لکھا جس میں انہیں جائیداد کا پورا حق دار ٹھہرایا۔ اسی اثنا میں جوشؔ کی شیعت کے سبب سے ان کے خسر مقیم خاں نے تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کر دیا۔ جسے دونوں خاندانوں نے انا کا مسئلہ بنا لیا۔ مقدمے پر بشیر احمد خان (جوشؔ کے والد) کے چالیس پچاس ہزار روپے خرچ ہو گئے۔ آخر کار مقدمے کا فیصلہ اس وقت جوشؔ کے حق میں ہوا جب جوشؔ کے والد وفات پا چکے تھے۔ مولوی عبدالباری فرنگی محل نے بھی دوران مقدمہ جوشؔ کی مخالفت کی تھی۔ مگر فیصلہ کے بعد جوشؔ سے ملے اور کہا کہ آپ وعدہ کریں کہ بیوی کو شیعہ نہیں بنائیں گے۔ جوشؔ کا جواب تھا:

"مولانا دین میں اکراہ کو دخل نہیں ہے میں اُن کو کبھی شیعہ ہو جانے پر مجبور نہیں کروں گا"(۹)

جوشؔ کے عہد میں خصوصاً جاگیردارانہ معاشرے میں عورت کو کتنی آزادی حاصل تھی؛ اس کا نقشہ خود جوشؔ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

"نواب صاحب کی بیگم ہوں یا بیرسٹر صاحب کی بیٹر ہاف (Better Half) دونوں بڑی سختی کے ساتھ پردے کی پابند تھیں۔ ڈولی اور پالکی کے سوا، کوئی بی بی گھر سے باہر قدم نہیں رکھتی تھی۔ اور تو اور عورتوں کی آوازیں اور ان کا وزن بھی پردہ نشین تھا، یعنی کوئی بی بی اس قدر

زور سے نہیں بولتی تھی کہ مردانے تک اسکی آواز جاسکے، اور جب کوئی خاتون پالکی میں سوار ہوتی تھی تو پتھر کا ٹکڑا یا سل، پالکی میں رکھ دی جاتی تھی کہ کہاروں کو اس کے جسم کا صحیح اندازہ نہ ہوسکے۔"(۱۰)

جوشؔ کے عہد کا مسلم معاشرہ جن بھلی یا بُری روایات کا امین تھا اور طبقہء امراء جن مشاغل میں گھرا ہوا تھا؛ جوشؔ نے اپنی خود نوشت میں اس پورے عہد اور خاندانی ماحول کی عکاسی بلا کم و کاست کر دی ہے۔ جوشؔ کے ناقدین کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس عہد کی تہذیبی، علمی اور ادبی قدروں کی روشنی میں جوشؔ کی تخلیقات اور شخصیت کو پرکھتے اور ان کی شخصیت کے مثبت پہلوؤں کو سامنے لاتے اور ان کی ذات میں پائی جانے والی بشری کمزوریوں پر بھی ہمدردانہ نگاہ ڈالتے۔ جس طرح ہم شراب نوشی کی وجہ سے غالب سے ان کی شعری عظمت نہیں چھیننا چاہتے یا عطیہ فیضی سے مولانا شبلی کے یک طرفہ عشق کے سبب سے ان کے تحقیقی کارناموں پر خط تنسیخ نہیں پھیرتے۔ اسی طرح جوشؔ بھی بحیثیت شاعر و ادیب ہماری ہمدردی کے مستحق تھے۔ مگر جوشؔ کے ساتھ برعکس معاملہ ہوا۔

دسمبر ۱۹۱۶ء میں بیس سال کی عمر میں جوشؔ کی شادی محمد مقیم خاں کی بیٹی اشرف جہاں سے اس وقت ہوئی جب جوشؔ کے والد وفات پا چکے تھے۔ بھائیوں میں خاندانی جائیداد تقسیم ہوئی تو بڑے بھائی نے پہلے چالاکی سے جوشؔ کے حصے کا قلمی باغ ہتھیا لیا اور پھر دھوکے سے کچھ کاغذات پر ان کے دستخط کرا کے انہیں جائیداد کے بڑے حصے سے محروم کر دیا۔ یوں جوشؔ کو معاشی مسائل کا شکار ہونا پڑا۔ اس مرحلے پر ان کی اہلیہ نے معاون و مددگار کے طور پر گھر کے معاملات کو سلجھانے میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔

درج بالا حقائق کی روشنی میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جوشؔ نے اپنی شریک حیات کے اس موثر کردار کو دل سے قبول کر لیا تھا یا نہیں؟ ان کے ازدواجی تعلقات محبت و موانست پر مبنی رہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں جوشؔ سماج میں اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات و حالات سے اپنی بیوی کو باخبر رکھتے رہے اور انکی رائے کو اہمیت دیتے رہے یا نہیں؟ اس تحقیق میں میں ہم ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جوشؔ کی شادی خوشگوار ماحول میں نہیں ہوئی تھی ان کے خسر کی طرف سے تنسیخ نکاح کے مقدمے نے جوشؔ کے دل پر منفی اثرات مرتب کیے ہوں گے۔ مگر "یادوں کی برات" کے کسی صفحے پر مذکورہ مقدمہ کے نتیجے میں میاں، بیوی کے درمیان تلخی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی بلکہ خود نوشت سوانح حیات کے صفحات شاہد ہیں کہ جوشؔ ہمیشہ بیوی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ ابھی ان کی شادی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ سیاست اور قومی تحریکوں میں دلچسپی کے سبب سے جوشؔ کا زیادہ وقت گھر سے دور گزرنے لگا۔ بیوی نے بلاوے کا تار بھیجا تو بیوی کی محبت و مفارقت سے مجبور ہو کر ملیح آباد چلے آئے۔ خود لکھتے ہیں:

"بیوی میری مفارقت برداشت نہیں کر سکیں۔ شانتی نکیتن ایک تار بھیجا کہ میں ایک ہفتے کے واسطے ملیح آباد چلا آؤں، اس لیے میں وہاں اپنا سارا سامان اور ساری کتابیں چھوڑ کر ملیح آباد آ گیا۔"(۱۱)

جوشؔ اپنی رفیقہء حیات سے کس قدر اُنس رکھتے تھے اس کا اندازہ ایک اور واقعے سے ہوتا ہے جب وہ حصولِ ملازمت کیلئے حیدر آباد دکن روانہ ہو رہے تھے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا کہ ایک تعلقہ دار کا بیٹا کسی کی ملازمت کرے گا۔ جوشؔ اس واقعے کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

"میری ماں نے جب یہ بین کیا کہ اے میرے قبر میں سونے والے سرتاج آؤ اور دیکھو کہ تمہارا نازوں کا پلا بچہ، نوکری کرنے باہر جارہا ہے تو گھر میں بھی پٹس پڑ گئی اور جب آہ وفغاں کے شور میں سب سے گلے مل مل کر، میں رخصت ہونے لگا، اور آداب خاندان کے جبر سے، بیوی کو گلے نہ لگا سکا، تو ان کی ڈبڈبائی آنکھوں نے مجھ سے کہا، ہم سے گلے نہیں ملے، میں نے اس اُداسی کے ساتھ، آنکھیں جھکا لیں۔"(۱۲)

اس فراق میں کرب بھی پنہاں ہے اور اظہار محبت کا سلیقہ بھی قابل قدر ہے۔ ابھی جوشؔ حیدر آباد دکن پہنچے ہی تھے کہ تیسرے دن ان کی بیوی دونوں بچوں اور ماموں کو ساتھ لیے حیدر آباد پہنچ گئیں۔ کیونکہ انہیں خبر ملی کہ تمہارے میاں عقد ثانی کر رہے ہیں۔ بس یہ سننا تھا کہ اشرف جہاں حیدر آباد جا پہنچی، جوشؔ نے بچوں کے سر کی قسم کھا کر کہا کہ ایسا کوئی ارادہ نہیں، اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ان کے شوہر عقد ثانی نہیں چاہتے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اس خوشی میں مولا مشکل کشا کی نیاز دلائی۔ اسی طرح جب نظام حیدر آباد نے دربار میں جوشؔ سے پوچھا کہ تمہاری کتنی بیویاں ہیں؟ تو جوشؔ نے حقیقت حال سے یوں آگاہ کیا:

"میری تو صرف ایک ہی بیوی ہے، انہوں نے کہا، میں نے سنا ہے "اودھ کے تعلقہ داران کے بہت سی بیویاں ہوتے ہیں۔" میں نے کہا سرکار والا! پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم میاں بیوی ایک دوسرے سے، بے حد محبت کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ میری بیوی بھی، میری ہی طرح پٹھان کی نسل ہیں، اور اس پر طرۃ کہ کئی برس سے وہ بچاری شدید اختلاج میں مبتلا ہیں، اگر میں دوسری شادی کر لوں تو ان کی پٹھنولی اور ان کا اختلاج، یہ دونوں انہیں مل کر انہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔"(۱۳) ان کی حیدر آباد میں ملازمت کے بارے میں ڈاکٹر آغا سہیل کہتے ہیں،

"من حیث الفرد جوش کی تہذیبی زندگی کا حصار بہت تونا، صحت مند اور مستحکم تھا۔ اولاً اُسے صدمہ جب پہنچا کہ جوش کو نامساعد حالات کا سامنا کرتے ہوئے حیدر آباد میں ملازمت کرنا پڑی"(۱۴)

حیدر آباد سے نکلنے کے بعد جوشؔ کو کئی طرح کے مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ پہلے "رسالہ کلیم" کے مدیر کی حیثیت سے کام کیا پھر خود "رسالہ کلیم" نکالنے لگے۔ ۱۹۴۰ء میں کلیم بند کر کے دہلی سے ملیح آباد چلے آئے۔ اس اثنا میں جوشؔ کی اہلیہ نے انہیں زمینوں پر باغات لگوانے کا مشورہ دیا۔ آخر کار بیوی کی خواہش پر انہیں باغ لگوانا پڑا۔

میاں بیوی کے درمیان مہر و مروت کا یہ تعلق نہ صرف آخیر تک قائم رہا بلکہ بڑھاپے میں جاہ سپاری میں تبدیل ہو گیا۔ ۱۹۶۷ء میں جب جوشؔ ستر بہتر کے ہو چکے تھے اور "یادوں کی برات" لکھی جارہی تھی۔ ان کی بیوی نے خدمت گزاری کے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا اور شوہر کی صحت کا خیال رکھتی رہیں۔

وہ امور جن کا نپٹانا عموماً ہمارے مشرقی معاشرے میں مرد کے ذمے ہوتا ہے اور خصوصاً جاگیر دار گھرانے کے افراد تو ایسے معاملات اور فیصلوں میں گھریلو خواتین کو ہرگز شریک نہیں کرتے۔ "یادوں کی برات" کے آئینے میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں بھی جوشؔ کا رویہ جاگیردارانہ نظر نہیں آتا۔ وہ تمام معاملات چاہے ان کا تعلق ملازمت سے ہو یا مفاہمت سے، دوستوں کے رویے سے ہو یا دشمنوں کی ایذا پسندی سے ہو، معاشی

معاملات سے ہو یا مہاجرت سے، ہر معاملے میں جوشؔ اپنی رفیقہء حیات سے نہ صرف مشورہ کرتے دکھائی دیتے ہیں بلکہ ان کی رائے کا احترام کرتے اور معاشی مشکلات اور بحرانوں میں بیوی سے معاونت کے طلب گار نظر آتے ہیں۔ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کہ جوشؔ اپنی آزاد منشی، سادگی اور مروت کے سب سے اپنی خاندانی جائیداد کا زیادہ حصہ گنوا چکے تھے اور جو کچھ جائیداد بچ گئی تھی اس کی طرف توجہ نہ تھی۔ ایسے میں ان کی بیوی نے مالی معاملات کی بگڑتی صورت حال کی طرف جوشؔ کی توجہ دلائی۔ تو جوشؔ نے اپنے طور پر بیوی کی تسلی و تشفی کرانا چاہی مگر ان کی اہلیہ نے کہا:

"ارے تم اس قابل ہوتے تو یہ رونا کیوں ہوتا، تم تو اپنی جائیداد کا ایک بڑا حصہ اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے نقد، آنکھیں بند کرکے اپنے بڑے بھیا کی نذر کر چکے ہو۔ اور جو کچھ بچا کھچا رہ گیا ہے اس کو بھی کسی کی بھینٹ چڑھادوگے۔ ڈھاک کے تین پات رہ جائیں گے۔ نہ لڑکی کا بیاہ ہو سکے گا نہ لڑکے کی پڑھائی۔"(۱۵)

اس پر جوشؔ نے پھر تسلی دینے کی کوشش کی مگر بیوی نے انہیں پھر جھنجھوڑا اور کہا:

"میں پوچھتی ہوں کیا ہمارے بچے اپنے باپ دادا کا بھرم قائم رکھ سکیں گے؟"(۱۶)

جوشؔ کا کہنا ہے:

"بیوی کی یہ باتیں سن کر میں سناٹے میں آگیا۔ دل نے کہا کہتی تو ٹھیک ہیں۔ اور وہ پہلا دن تھا کہ عقلِ معاشی میرے سینے میں کنمنائی اور سوچنے لگا اپنی آمدنی اور جائیداد کیوں کر بڑھاؤں۔"(۱۷)

صرف یہی نہیں کہ جوشؔ نے مالی معاملات میں بیوی کی رائے کو اہمیت دی بلکہ ہر مسئلے میں وہ اپنی شریک حیات سے ضرور مشاورت کرتے تھے۔ دکن میں جوشؔ کی ملازمت اختیار کرنے سے لے کر حیدر آباد دکن سے اخراج تک کے تمام معاملات سے ان کی بیوی کا باخبر اور دخیل ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ جوشؔ کو اپنی شریک حیات پر حد درجہ بھروسہ اور اعتماد تھا۔

حیدر آباد کا ماحول درباری سازشوں کی وجہ سے بہت خطرناک تھا۔ درباری مسخرے نظام کو انگلیوں پر نچاتے تھے اور بڑے بڑے سرداروں اور جاگیرداروں سے اگر نظام حیدر آباد بگڑ جاتے تو انہیں بھی دربار سے رسوا ہو کر نکلنا پڑتا۔ جوشؔ کو بھی اسی ماحول میں رہنا تھا۔ مگر آخر کب تک؛ دربار میں انہیں نظام کو بار بار سرکار کہنا پڑتا اور جواب میں "تم" سننا پڑتا۔ اس دکھ کا اظہار وہ صرف بیوی کے سامنے کرتے تھے۔ لکھتے ہیں:

"اپنے پاش پاش غرور کے ساتھ، دربار سے جب گھر آتا تھا تو، بیوی کے سامنے، اپنی بے عزتی کا رونا رویا کرتا تھا۔"(۱۸)

جوشؔ نے آخر حالات سے تنگ آکر نظام حیدر آباد کے خلاف "غلط بخشی" کے عنوان سے نظم لکھی جو حیدر آباد سے ان کے اخراج کا سبب بن گئی۔ جوشؔ کے بہی خواہوں نے نظام اور جوشؔ کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی مگر جب وہ کسی طرح معافی مانگنے پر تیار نہ ہوئے تو اس تمام صورت حال سے ان کی بیوی کو آگاہ کیا گیا۔ ان کی اہلیہ نے صورت حال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا:

"معافی نہیں مانگو گے تو کیا جھنے جھاڑتے پھرو گے ؟اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ لڑکی لڑکے کو لکھانا پڑھانا اور انکی شادیاں کروانا ہے۔ جاؤ، اسی گھڑی جاؤ اور سرکار سے معافی مانگ لو۔"(۱۹)

اس لب و لہجے میں جوشؔ سے صرف ان کی بیوی ہی بات کر سکتی تھی۔ حیدرآباد میں ان کا قیام تقریباً ساڑھے دس سال رہا۔ ریاست کے حکمران آصف سابع کے ے عتاب پر انہیں حیدرآداد چھوڑنا پڑا۔

ہندوستان میں تبدیل ہوتے ہوئے حالات کو دیکھ کر دوستوں نے انہیں پاکستان آنے کا مشورہ دیا۔ خصوصاً چیف کمشنر کراچی ابو طالب نقوی کے پُر زور اصرار اور چودھری محمد علی (وزیر اعظم پاکستان) کے زمانے میں جوشؔ پاکستان چلے آئے مگر پاکستان میں سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور عدم استحکام کے باعث ان کے لیے روزگار کی مستقل سبیل پیدا نہ ہو سکی۔ نوکر شاہی اور جوشؔ مخالف طبقے نے ان کی راہ میں جس طرح روڑے اٹکائے اور خود ان کی مقدر کی خرابی سے ان کے ہمنواؤں پر افتاد پڑتی رہی اس کی مکمل فہرست "یادوں کی برات" میں موجود ہے۔ یہاں تک کہ انہیں اردو لغت بورڈ کی ملازمت سے بھی برطرف کر دیا گیا۔ پریشانی فطری تھی مگر اس مرحلے پر بھی ان کی اہلیہ نے جوشؔ کی ہمت بندھائی۔ اس ضمن میں جوشؔ کہتے ہیں:

"اس روز، پورے دن نہ سہی، چند گھنٹے تو ضرور پریشانی رہی تھی۔ لیکن میری بیوی کی ہمت اور میری عزیمت نے اس وقتی پریشانی کو شام ہوتے ہوتے، کہنی کی چوٹ کی مانند، فراموش کر دیا تھا۔"(۲۰)

ڈاکٹر بلال نقوی کے مطابق، یادوں کی بارات ایک عظیم شاعر کی آپ بیتی اور ایک تاریک ساز عہد کی تہذیبی زندگی کا دلکش مرقع ہے۔ اس مرقعے میں وادی گنگ و جمن اور سرزمین دکن کے قدیم و جدید معاشرے کی خوشنما جھلکیاں نظر آئیں گی۔(۲۱)

مالی تنگ دستی کے سبب سے گھر کے زیور بکنے لگے۔ پاکستان میں حالات مخالف رُخ اختیار کرنے لگے تو جوشؔ نے بیوی کے کہنے پر شراب نوشی ترک کر دی۔ دونوں میاں بیوی کو بڑھاپے نے آن گھیرا ہے۔ مشرقی روایات کی امین اشرف جہاں (جوشؔ کی اہلیہ) اب بھی شوہر کی صحت کا پورا خیال رکھتی ہیں۔ تو انہیں تخلیقی کاموں کیلئے آسودہ رکھتی ہیں۔ جوشؔ لکھتے ہیں:

"میری بیوی، میرے پڑھنے لکھنے کا بہت احترام کرتی ہیں اور ہرگز نہیں چاہتیں کہ میری مشغولیت میں خلل انداز ہوں۔"(۲۲)

جوشؔ کو مسلسل لکھنے میں مصروف دیکھ کر کہتی ہیں:

"ارے اتنی محنت نہ کر، خدانہ کرے بیمار پڑ جاؤ گے۔"(۲۳)

جوشؔ اپنی اہلیہ کے اس محبت بھرے انداز کو نہ صرف نگاہ تحسین سے دیکھتے ہیں بلکہ موقع بموقع رفیقۂ حیات کے سگھڑ پن، سلیقہ مندی، کفایت شعاری اور معاملہ فہمی کی تعریف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی اہلیہ غصے والی تھیں جب انہیں جوشؔ کے عاشقانہ قصوں کا علم ہوتا تو وہ بات بے بات انہیں طعن و تشنیع کے نشتروں سے گھائل کرتی رہتیں مگر اس حقیقت سے جوشؔ کو بھی انکار نہیں۔

"میں ایک لکھ لُٹ انسان ہوں، اگر میری شادی ان سے نہ ہوئی ہوتی تو میں فاقے کر کے مر جاتا۔"(۲۴)

جوشؔ اکثر دوستوں اور مہمانوں کے اللوں تللوں میں پڑ کر گھر کو مقروض بنا دیتے مگر ان کی اہلیہ کفایت شعاری سے قرض سے نجات دلاتیں۔ یہاں تک کے جوشؔ کی اکثر کتابیں ان کی اہلیہ کے مسلسل تقاضوں اور تدبر کے سبب سے شائع ہوئیں۔

جوشؔ نے اپنی خود نوشت میں "میری زندگی کا سب سے دردناک سانحہ" کے عنوان سے بیوی کی بیماری اور دماغی اختلال کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ مرثیہ معلوم ہوتا ہے جو "دکھے دل کی پکار" ہے۔ علاوہ ازیں "یادوں کی برات" میں "رفیقہء حیات سے خطاب" کے عنوان سے ایک نظم میں جوشؔ نے اپنی جوانی کی بے اعتدالیوں اور اندھی جوانی کے مسلسل معاشقوں سے اہلیہ کے دل پر جو گھن چلائے تھے، ان پر بیوی سے معافی چاہی ہے۔ اس نظم کے کچھ شعر دیکھیے:

دیکھ کر تجھ کو، مرے دل سے ٹپکتا ہے لہو　　　اے مرے باپ کی غم دیدہ و ناشاد بہو
تیرا ہر لمحہ بجز مسرت و وسواس نہ تھا　　　میری قصاب جوانی کو یہ احساس نہ تھا
اپنی آنکھوں کے ترے در پہ گہر رکھتا ہوں　　　بخش دے مجھ کو ترے پاؤں پہ سر رکھتا ہوں(۲۵)

یہ ایک حقیقت ہے کہ جوشؔ کی ذہنی ساخت میں جاگیردارانہ تہذیب کا رکھ رکھاؤ رچ بس چکا تھا۔ وہ کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت اپنی حریت پسند طبیعت، انا (جو کبھی کبھی انانیت کی حدود میں داخل ہو جاتی تھی) سے دامن نہیں چھڑا سکتے تھے۔ نتیجے میں ہوائیں مخالف سمت سے چلنے لگتیں تو ایسے میں وہ اپنی بے بسی اور مشکلات کا ذکر اپنی اہلیہ ہی سے کرتے اور تسکین محسوس کرتے تھے۔ ان مواقع پر اشرف جہاں کا حوصلہ چٹان ثابت ہوتا۔ جو جوشؔ کی طرف بڑھنے والے ہر طوفان غم کو روک لیتا۔

جوشؔ کی پوری زندگی کا غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انہیں پوری زندگی رنگ و رامش اور شراب سے دلچسپی رہی مگر وہ رہینِ ستم ہائے عشق ہوتے ہوئے بھی اپنی شریک حیات کی صحت اور دل جوئی سے غافل نہیں رہے۔ انہیں زندگی کے ہر موڑ پر بیوی کی صلاحیتوں پر اعتبار رہا۔ پوری خود نوشت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے شائبہ ہو کہ جوشؔ، بیوی کی غصیلی طبیعت کی وجہ سے عقد ثانی کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ وہ اپنی رفیقہ حیات کی دل سے قدر کرتے تھے۔ اوسان خطا کر دینے والے حالات میں بھی ان کی ذات کو اپنے لیے ایک بڑا سہارا سمجھتے۔ ممکنہ حد تک بیوی کی رائے کا احترام کرتے۔ سوائے ایک آدھ موقع کے جب اشرف جہاں (بیوی) نے جوشؔ کو نظام حیدر آباد کے پاس معافی مانگنے کیلئے بھیجنا چاہا تو جوشؔ اپنی انا کے ہاتھوں مجبور ہو گئے اور نظام سے معافی کے طلب گار نہیں ہوئے۔ ورنہ بیمار بیوی کو دیکھ کر جوشؔ کے دل پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے ان کے لفظ آنسوؤں کے تار پروتے نظر آتے ہیں۔ وہ بیوی کا ذکر مہذب اور شائستہ پیرائے میں کرتے ہیں۔ ورنہ کتنے ایسے نامور شاعر اور ادیب ہیں جو اپنی رفیقہء حیات کا ذکر سنجیدگی سے اپنی خود نوشت میں کرتے ہیں۔

المختصر "یادوں کی برات" پڑھنے کے بعد ایک سنجیدہ قاری جوشؔ کی سادگی اور معصومیت اور ان کی بیوی کی استقامت کا قائل ہو جاتا ہے۔ جوشؔ کے ہر لاأبالی اور انانیت سے مغلوب فیصلے پر ان کی بیوی فہم و فراست سے کام لیتی ہیں جہاں روک ٹوک کی ضرورت ہوتی ہے وہاں انہیں

روکتی ہیں۔ جہاں حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے سہارا دیتی ہیں۔ یادوں کی برات میں ان کا کردار جوش کی سوانح کے لازمی اور قابل قدر حصے کے طور پر آیا ہے۔

References

1. Taaruf Josh as Josh Malihabadi,Shamoola she mahi Adbiat Islamabad,2010 Page.265
2. Josh Malihabadi,Mahrab o Mizrab,Jang Publishers,1993,Page 14 -16
3. Mohsin Maqbool,Yadoon ki Baraat Ya Khawboon ki Soghat,Thesis, Govt.Degree College ,Sogam ,Kashmir https://www.urdulinks.com/urj/?p=922
4.khalid Alvi,Yadoon Ki Baraat mashmoola Josh Shanasi, Alfaz Foundation 7th Edition month June ,Karachi page,125
5. Syeda Farzana Peerzadi,Rana Muhammad Sajid,,Yadoon Ki Baraat,Dunya Sunday Magazine,21 August,2021 https://mag.dunya.com.pk/demo.php/kitaabon-ki-dunya/4542/2022-08-21
6. Josh Malihabadi,Yadoon Ki Baraat, Maktaba Sher o Adab,Chauhdry Academy,1975,Page 73
7. Abid Page 78
8. Josh Malihabadi,Yadoon Ki Baraat,Maktaba Sher o Adab,Chauhdry Academy,1975,Page81
9. Ibid Page 159-160
10. Ibid Page 187
11. Ibid Page 200
12. Ibid Page 208
13. Ibid Page 219
14.Dr.Agha Sohail,Yadoon Ki Baraat mashmoola Josh Shanasi, Alfaz Foundation 7th Edition month June, Karachi page38
15. Josh Malihabadi,Yadoon Ki Baraat,Maktaba Sher o Adab, Chauhdry Academy,1975,Page201
16. Ibid Page 202
17. Ibid Page 202
18. Ibid Page 227
19. Ibid Page 230
20. Ibid Page 297
21.Dr.Bilal Naqvi,Yadoon ki Baraat (Autobiography), Darvaish Online.com https://www.dervishonline.com/products/yadon-ki-barat-autobiography
22. Josh Malihabadi,Yadoon Ki Baraat,Maktaba Sher o Adab,Chauhdry Academy,1975,Page Josh Malihabadi,Yadoon Ki Baraat,Maktaba Sher o Adab,Chauhdry Academy,1975,Page 302
23. Ibid Page 302
24. Ibid Page 369
25. Ibid Page 375.376